نیلم احمد بشیر کے افسانوی موضوعات کا اجمالی جائزہ

رانی بیگم
محمد جاوید خان
ناہید اختر

Abstract:

Neelam Ahmed Basheer holds an important place among the women fiction writers of Urdu. She is one of the few bold, fearless and truthful fiction writers of Urdu literature who have written openly about social realities without fear or danger. Her scope of thought is very wide and the topics are diverse. Social and social inequalities, politics, eastern values, western culture, personal problems of men and women etc. are her main topics. She did not only describe the local problems and events in her fiction, but because of her familiarity with the American culture, she also made the American lifestyle and society her subject. Her point of view is impartial. The subject she writes about along with its dark aspects, also points out the bright aspects and this is her main feature. This article sheds light on Neelam Bashir's fictional themes.

نیلم بشیر دورِ حاضر کی خواتین افسانہ نگاروں میں نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ بطور افسانہ نگار ان کے اب تک پانچ افسانوی مجموعے "گلابوں والی گلی"، "جگنوؤں کے قافلے"، "لے سانس بھی آہستہ"، ایک تھی ملکہ "اور" وحشت ہی سہی "شائع ہو چکے ہیں۔ معروف افسانہ نگار ہونے کے ساتھ ساتھ نیلم بشیر صفِ اول کی خاکہ نگار، ناول نگار، سفر نامہ نگار، شاعرہ، نقاد اور محقق بھی ہیں۔ ادب سے ان کی دلچسپی اور وابستگی کی ایک بڑی وجہ ان کا ایک فنکار اور ادبی گھرانے سے تعلق ہے۔ وہ مشہور فلمساز، مصنف اور صحافی احمد بشیر کی بڑی صاحبزادی ہیں۔ ان کی پھوپھی پروین عاطف بھی اردو کی ایک بڑی ادیبہ کی حیثیت سے دنیائے

ادب میں جانی جاتی ہیں اور ان کی باقی بہنیں سنبل شاہد (مرحومہ)، بشریٰ انصاری اور اسماعباس فنون لطیفہ سے وابستہ ہیں۔ احمد بشیر کی بڑی صاحبزادی ہونے کے ناطے ممتاز مفتی اور ابنِ انشا جیسی ادبی شخصیات کی حوصلہ افزائی نے ابتدا ہی سے نیلم کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشی، لیکن انھوں نے کسی مخصوص تحریک، رجحان یا شخصیت سے کچھ بھی مستعار نہ لیا۔ تاہم انھوں نے اپنے افسانوں میں مظلوم اور مجبور طبقے کے حقوق کے لیے آواز ضرور اٹھائی ہے اور استحصالی عناصر کے خلاف شدید بغاوت بھی کی ہے، جس کے سبب ان کا تعلق ترقی پسند ادب سے جوڑا جاسکتا ہے۔

نیلم بشیر مضبوط اعصاب کی ایک حوصلہ مند خاتون ہیں جو حالات کا مقابلہ کرنا خوب جانتی ہیں۔ وہ پرانے زمانے کی مردہ عورت نہیں بلکہ ایک باشعور اور سلجھی ہوئی عورت ہیں جو اپنے گرد و پیش پر گہری نظر رکھتی ہیں۔ وہ چونکہ امریکہ بھی جاتی رہتی ہیں اس لیے نہ صرف پاکستانی بلکہ امریکی معاشرے کے حالات و واقعات اور بدلتے ہوئے تقاضوں کے پیش نظر سماجی رویوں کا گہرا شعور بھی رکھتی ہیں۔ انھوں نے زندگی اور حالات سے بہت کچھ سیکھا ہے اور اپنے تجربات و مشاہدات کو بلا جھجھک اپنی تحریروں میں بڑی بے ساختگی سے پیش کیا ہے۔

نیلم بشیر نے اردو افسانے کو نہ صرف نیا اسلوب اور نیا آہنگ عطا کیا ہے بلکہ ان کے افسانوں میں جدتِ تخیل بھی نمایاں ہے۔ ان کے افسانے فن کے ساتھ ساتھ فکری اور نظریاتی اعتبار سے اردو ادب میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں موضوعات کا تنوع اور رنگا رنگی نمایاں نظر آتی ہے۔ انھوں نے سماجی و معاشرتی ناہمواریوں، سیاست، مشرقی اقدار، مرد و خواتین کے خانگی مسائل اور مساوی حقوق، امریکہ کی طرزِ معاشرت، مغرب میں جاکر بسنے والے افراد کی زندگی اور ان کو درپیش مسائل پر بہترین افسانے تخلیق کیے ہیں۔ اپنے والد احمد بشیر کی طرح نیلم کا بے باک قلم سماجی حقائق کو بے نقاب کرنے میں کوئی جھجھک محسوس نہیں کرتا۔ وہ لکھتی ہیں:

> "جو ادب سوچ اور تحریک پیدا کرتا ہے وہی زندہ اور تابندہ رہتا ہے۔۔۔ کاش ہم بھی جو آج کے ادیب ہیں، مٹھی بھر ہی سہی کچھ جرأت، کچھ دیانت داری، دلیری اور سچائی کے ساتھ معاشرے کے رستے ہوئے ناسوروں سے پردہ اٹھا کر حقیقتیں بیان کر سکیں، اچھا لکھ سکیں، مصلحتوں سے کام نہ چلائیں، منافقت سے گریز سیکھیں۔"(1)

امریکہ میں وقت گزارنے کے باوجود ان کی شخصیت اور کردار و گفتار سے بھرپور مشرقیت جھلکتی ہے۔ عورت اور خصوصاً پاکستانی عورت کے حقوق کے لیے آواز اٹھانا، ان کے مفادات کا تحفظ کرنا، ان میں جرأت و حوصلہ پیدا کرنا، سماجی رویوں پر باغیانہ ردِ عمل اور احتجاج ان کی تحریروں میں نمایاں ہے۔

نیلم بشیر کے افسانوں کا سب سے نمایاں موضوع عورت ہے۔ انہوں نے ہر طبقہ کی عورت کو اپنے افسانوں میں مرکزی کردار کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان افسانوں میں عورت کے خانگی، جنسی اور نفسیاتی مسائل اور اس کے جذبات و احساسات کو بڑی خوبی سے اجاگر کیا گیا ہے۔ عورت اور محبت لازم و ملزوم ہیں۔ نیلم نے اگرچہ عورت کی محبت پر زیادہ افسانے نہیں لکھے لیکن جو افسانے اس موضوع پر لکھے ہیں، ان میں عورت کو سراپا اخلاص و قربانی کا مجسمہ دکھایا ہے جو ہر حال میں وفاداری نبھاتی ہے۔ اس کی عمدہ مثال نیلم بشیر کا افسانہ "پریم دیوانی" ہے جس میں عظمیٰ کو ایک ہنس مکھ، لا ابالی اور شوخ و چنچل لڑکی کے روپ میں دکھایا گیا ہے۔ نوجوانی میں کئی لڑکوں سے دل لگی کرنے کے بعد جب وہ واقعی کسی کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہے تو پھر اس کی غربت اور بے کاری کے باوجود اس سے شادی کر لیتی ہے۔ صحت کی خرابی کے باعث ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود ساس کے طعنوں سے تنگ آکر بچہ پیدا کرنے کا خطرہ مول لیتی ہیں تو فالج کے حملے سے معذور ہو جاتی ہے اور بچہ بھی مر جاتا ہے۔ غربت و افلاس کے باوجود عظمیٰ اپنا گھر بچانے کی جدوجہد کرتی رہتی ہے۔ ایک دن بیماری کی حالت میں ساس اور شوہر ہسپتال میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور اسے مجبوراً ہمیشہ کے لیے والدین کے گھر آنا پڑتا ہے۔

نیلم کے ہاں عورت کا تعلق خواہ کسی بھی طبقہ سے ہو، اس کا استحصال کسی نہ کسی صورت جاری ہے۔ ان کے افسانہ "پرندے" میں ایک ایسی خوبصورت نوجوان لڑکی کی کہانی بیان ہوئی ہے جس کی شادی ایک ستر سالہ پٹھان بوڑھے سے کر دی جاتی ہے۔ کچھ عرصہ بعد وہ اس بے جوڑ اور جبری بندھن سے دلبرداشتہ ہو کر بھاگ جاتی ہے۔ اس کہانی میں یہ معاشرتی حقیقت بیان ہوئی ہے کہ عورت جب استحصال کے ردعمل میں بغاوت پر اتر آتی ہے تو کسی پرندے کی طرح اڑان بھر دیتی ہے۔

افسانہ "عام لڑکی" میں جس معاشرتی مسئلہ کو موضوع بنایا گیا ہے وہ عموماً پسماندہ علاقوں میں وقوع پذیر ہوتا ہے جہاں قرابت داری کو مقدم رکھتے ہوئے بچپن میں ہی رشتے طے کیے جاتے ہیں۔ پھر

جب بچے شعور کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں تو بڑوں کے غیر منطقی فیصلوں کے سبب یا تو بغاوت پر اتر آتے ہیں یا اس رشتے کو نبھانے کے لیے سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

افسانہ "عام لڑکی" میں فریدہ نامی لڑکی کی کہانی بیان ہوئی ہے جسے جذبات سے عاری ایک بے حس اور عام لڑکی سمجھ کر اس کے بچپن کا منگیتر امریکہ سے واپس آنے کے بعد شادی سے انکار کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ یہ عام لڑکی اسے یہ کہہ کر حیران کر دیتی ہے کہ وہ بھی اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔

> "دراصل میں کسی اور کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہوں۔ دیکھیں ناں، جب تک ذہنی ہم آہنگی نہ ہو، دو انسانوں کی زندگی اچھی نہیں گزر سکتی۔ اور آپ کو تو، معاف کیجیے، میں نے کبھی اس انداز میں آپ کے بارے میں سوچا اور محسوس کیا ہی نہیں تھا۔" (2)

نفسیات کی طالبہ ہونے کی بنا پر نیلم بشیر کرداروں کے خارجی اور باطنی طرزِ عمل اور نفسیات کا گہرا مطالعہ رکھتی ہیں۔ معاشرتی رویوں کی وجہ سے عورتوں کی ذہنی کیفیات بدلتی رہتی ہیں جس کے سبب خواتین کے موضوع پر لکھی جانے والی کہانیوں کا رخ بھی تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ معاشرتی رویوں اور عورتوں کی نفسیات سے واقفیت کی بنا پر نیلم بشیر نے عورتوں کے جذبات اور رویوں کی عکاسی بڑے بھرپور انداز میں کی ہے۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں بڑی خوبی سے یہ نکتہ واضح کیا ہے کہ بعض عورتیں کسی بھی صورت مرد کے تسلط اور ظلم کو برداشت نہیں کر پاتیں اور اپنی محرومی کے احساس سے وہ کبھی کبھار غیر اخلاقی رویے اپنانے پر مجبور ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ المناک حادثات کی صورت میں نکلتا ہے۔ لیکن ایسی عورتیں بھی ہمارے معاشرے کا حصہ ہیں جو اپنے حقوق سے دستبردار ہو کر کسی نہ کسی طرح حالات سے سمجھوتہ کر لیتی ہیں اور اپنی خواہشات کو دبا کر متوازن زندگی گزارنے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں۔ اس کی ایک مثال نیلم بشیر کا افسانہ "اپنی اپنی مجبوری" ہے جس میں ایک عورت کا شوہر اس کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آتا ہے لیکن اس کے باوجود عورت دل و جان سے اس کی خدمت کرتی ہے اور اس کے سرد رویے کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتی ہے۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہونے کے سبب وہ اپنے ٹھکرائے جانے اور اپنی عزتِ نفس کے مجروح ہونے کو خاطر میں نہیں لاتی اور اپنی وفاداری نبھاتے ہوئے اپنے شوہر کو خوش رکھنے کی فکر میں لگی رہتی ہے۔

سماجی حقیقت نگار ہونے کی وجہ سے نیلم نے اپنے افسانوں میں جنس کے موضوع پر بھی کھل کے لکھا ہے۔ اگرچہ نیلم سے پہلے منٹو اور عصمت چغتائی بھی افسانوں میں جنس کے موضوع پر لکھ چکے ہیں تاہم نیلم کے موضوعات میں تنوع اور اسلوب میں جدت نمایاں ہے۔ ان کے افسانوں میں خصوصاً عورتوں کی جنسی ضرورتوں اور ان سے پیدا ہونے والے مسائل کا ادراک نمایاں ہے۔ ڈاکٹر نورین رزاق اس حوالے سے لکھتی ہیں:

> "نیلم احمد بشیر کا شمار جنسی حقیقت نگاروں میں کیا جاتا ہے۔ وہ عورت کی جذباتی، نفسیاتی اور جنسی ضرورتوں کو خاص طور پر اپنا موضوع بناتی ہیں۔ ان کا خصوصی موضوع مرد وزن کی فطرت اور نفسیات کا فرق بیان کرنا ہے۔"(3)

افسانہ "غمِ ہستی" میں ایک خاتون پروفیسر کی کہانی بیان ہوئی ہے جس کی شادی نہیں ہوئی اور نفسیاتی اور جنسی مسائل کا شکار ہو کر کومہ میں چلی گئی۔ اس کہانی میں دوسرا کردار ایک لیب ٹیکنیشن کا ہے جو گھٹن زدہ ماحول کے ردعمل کے طور پر جنسی درندگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ نیلم نے انسانی نفسیات کا بڑی باریک بینی سے مشاہدہ کر کے نفسیاتی الجھنوں کے محرکات کا جائزہ بھی لیا ہے۔ ان کے نزدیک جنسی تسکین مرد و عورت کی فطری ضرورت ہے اور عدم تسکین کئی مسائل کو جنم دیتی ہے۔

نیلم نے معاشی مسائل سے جنم لینے والے معاشرتی مسائل کو بھی اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ مشرق ہو یا مغرب، معاشی مسائل ہر طبقہ کو یکساں طور پر متاثر کرتے ہیں۔ معاشی مسائل سے اخلاقی اقدار تک بدل جاتے ہیں اور دولت کے حصول کے لیے انسان جائز و ناجائز کا فرق ہی بھول جاتا ہے۔ سماجی رویوں اور طبقاتی مسائل کے متعلق نیلم کا نقطۂ نظر بڑا واضح ہے۔ ان کے افسانوی مجموعے "لے سانس بھی آہستہ" کی ایک کہانی "گل پھینکے ہیں" غیر انسانی رویوں کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ اس کہانی میں ایک باوردی سپاہی نے ٹرک کے نیچے مسلے جانے والے خون میں لت پت بچے کو دیکھا تو انتہائی بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے ہاتھ پر بندھی ہوئی گھڑی اتار کر اپنی جیب میں ڈال دی۔

قیامِ پاکستان کے پس منظر میں ہونے والے فسادات اور واقعات کو بہت سے افسانہ نگاروں نے اپنا موضوع بنایا ہے۔ خصوصاً ہجرت کے دوران عورتوں کے جنسی استحصال پر کئی نمائندہ افسانے اردو ادب میں تخلیق ہو چکے ہیں۔ نیلم نے افسانہ "قیمتی" (وحشت ہی سہی) میں ریلوے سٹیشن کے ایک

خاکروب کی محبت کی کہانی کو ہجرت کے فسادات اور خواتین کی عصمت دری کے پس منظر میں بیان کیا ہے۔

افسانہ معاشرے کے بدلتے ہوئے رجحانات کا آئینہ ہوتا ہے۔ دنیا میں رونما ہونے والے تمام بڑے واقعات ادب میں راہ پاتے ہیں۔ گزشتہ چند سالوں میں اسلامی ممالک دہشت گردی کی لپیٹ میں رہ چکے ہیں۔ اس موضوع پر اردو کے تمام ادیبوں نے مختلف حوالوں سے لکھا ہے۔ نیلم نے بھی اپنے افسانوں میں مذہب کے نام پر کی جانے والی دہشت گردی اور انتہا پسندی کی پر زور مذمت کی ہے۔ وہ اسے دنیا کے امن اور بقا کے لیے سب سے بڑا خطرہ قرار دیتی ہیں۔اس حوالے سے " کولمبس کا سفینہ "، "ہست نیست"، "پردہ اُٹھتا ہے" اور " پھول میر اوطن" ان کے قابلِ ذکر افسانے ہیں۔ نائن الیون کا واقعہ بھی اپنی نوعیت کا ایک ایسا واقعہ ہے جس نے پوری دنیا اور خصوصاً اسلامی ممالک میں ہلچل مچادی تھی۔ اردو ادب میں اس واقعہ سے مسلم دنیا کو درپیش مسائل پر بہت سے ادیبوں نے لکھا ہے۔ نیلم کے افسانے "کولمبس کا سفینہ" اور "ہست نیست" اسی موضوع کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی کرتے ہیں۔

نیلم نے سیاست کے موضوع پر بھی افسانے لکھے ہیں۔ ان کے ہاں یہ موضوع زیادہ نمایاں نہیں ہے لیکن وہ ملکی سیاست کی اونچ نیچ اور سیاست دانوں کی پالیسیوں سے پوری طرح واقف ہیں۔ افسانہ "ہست نیست" میں پاکستان کی سیاسی فضا میں منفی سوچ کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس کہانی میں امریکہ سے آئے ہوئے ایک پاکستانی بچے کے ذریعے عوامی جلسوں میں سیاسی پارٹیوں کے منافقانہ رویے کی بھرپور نشاندہی کی گئی ہے۔

نیلم بشیر نے انسانی رشتوں اور اور ان کی حساسیت، نزاکت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق بدلتے ہوئے رویوں کو بھی اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ "اثاثہ" ،"کمرے"، "ناقابلِ معافی" اور "نہ کسی کی آنکھ کا نور" جیسے افسانے اس موضوع کے تناظر میں لکھے گئے ہیں۔

افسانہ "کمرے" ایک ایسے خاندان کی کہانی ہے جس کا سربراہ بچوں کے بہتر مستقبل کے لیے امریکہ میں دن رات محنت کرتا ہے۔ وہ فوری دولت کے حصول کے لیے ایک نام نہاد حادثہ میں اپنی ٹانگیں کٹوا دیتا ہے اور انشورنس کی لاکھوں ڈالر کی رقم لے کر وطن واپس لوٹتا ہے۔ اولاد کی خواہش کے مطابق ایک کوٹھی خرید لیتا ہے۔ دولت کی فراوانی کے سبب گھر میں محبت کے بجائے خود غرضی اور نفسانفسی ڈیرے جمالیتی ہے۔ اولاد اپنے اپنے مشاغل میں مست رہتی ہے اور ان کے پاس اپنے معذور والد کے لیے

وقت ہی نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ ایک دن کہانی کا مرکزی کردار امجد وہیل چیئر اور کمرے کے دروازے کے درمیان بڑی دیر تک معلق رہتا ہے۔ پھر بیوی اور مالی سہارا دے کر وہیل چیئر پر بٹھا دیتے ہیں۔ اس افسانے کے حوالے سے فتح محمد ملک لکھتے ہیں:

> "پیسہ کلچر اپنے ساتھ مادہ پرستی کے فلسفے کے ساتھ ساتھ یہ نظریہ بھی امپورٹ کرتا ہے کہ اپنی ذات سب سے اہم ہے، اور اپنی زندگی سب سے پہلے اہم ہے۔ اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے، اور اپنی دنیا میں خود کو خوش رکھنا چاہیے۔"(4)

معاشرتی رویوں میں تضاد پر نیلم نے متعدد افسانے تخلیق کیے ہیں۔ افسانہ "شریف" اس کی عمدہ مثال ہے۔ اس کہانی میں ایک طوائف مجرے کے بعد ایک کمرے میں اپنے بچے کو ٹیسٹ کی تیاری کرانے کے لیے چلی جاتی ہے۔ تماش بین یہ خیال کرتے ہیں کہ طوائف کسی خاص تماش بین کے ساتھ کمرے میں موجود ہے لیکن جب وہ پردہ سرکا کر دیکھتے ہیں تو طوائف معذرت کر کے بتاتی ہے کہ اسے بچے کو ٹیسٹ کی تیاری کرانی ہے۔ ایک طرف طوائف کو بچے کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کی فکر ہے تو دوسری طرف اس کا اپنا کردار اس بات کے منافی ہے۔ اس کہانی میں نیلم نے کوٹھے کی طوائف کا موازنہ اعلیٰ سوسائٹی کی خواتین سے کرتے ہوئے طوائف کو ان سے بہتر تصور کیا ہے۔ اس کہانی کے حوالے سے ڈاکٹر عصمت جمیل لکھتی ہیں:

> "نیلم احمد بشیر "شریف" میں اعلیٰ سوسائٹی کی فیشن ایبل ماڈرن عورت کی مصروفیات اور اس کی کلب لائف کا موازنہ اس طرح دھیرے دھیرے کوٹھے کی عورت سے کرتی ہے کہ کوٹھے کی عورت اس عورت سے بلند ہوتی نظر آتی ہے۔"(5)

اس کہانی میں ماڈرن طبقے کی عورت کا کردار بھی تضاد کا شکار ہے اور طوائف کے کردار میں بھی دوغلاپن موجود ہے۔

نیلم بشیر نے امریکہ میں زیادہ وقت گزارا ہے اور اس سوسائٹی اور کلچر کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ وہ وہاں کی طرزِ زندگی اور معاشرت سے پوری طرح واقف ہیں۔ ان کی اکثر کہانیوں میں کسی نہ کسی حوالے سے امریکہ کا ذکر آ جاتا ہے۔ اس حوالے سے وہ لکھتی ہیں:

> " امریکہ میں چودہ سال رہنے کے بعد اب بھی امریکہ آنا جانا رہتا ہے۔ میں ان معاشروں کا مشاہدہ کرتی ہوں تو بہت سے واقعات خیال بن کر میرے ذہن میں

آ جاتے ہیں اور پھر کچھ ہی دنوں میں وہی خیال develop ہو کر افسانہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔"(6)

نیلم نے اپنے کئی افسانوں میں امریکی کلچر پر طنز بھی کیا ہے۔ان کے افسانوں میں اس آزاد معاشرے کی جنسی بے راہ روی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل کی عکاسی بھی ملتی ہے۔افسانہ " Trick or Treat" میں امریکی کلچر کے تاریک پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے جس میں ایک باپ بیٹی کو باہر نکلنے اور لڑکوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے اور بعد میں اسی سخت مزاج باپ سے بیٹی حاملہ ہو جاتی ہے۔

نیلم بشیر نے فرد کی تنہائی کو بھی موضوع بنایا ہے ، خصوصاً امریکی معاشرے میں فرد کی تنہائی ایک سماجی المیہ ہے۔نیلم چونکہ امریکہ میں اکثر قیام پذیر رہتی ہیں اس لیے انہیں اس کا ذاتی تجربہ ہے اور اس موضوع پر انہوں نے متعدد کہانیاں لکھی ہیں۔ان کا افسانہ "اکیلی" اس کی عمدہ مثال ہے جس میں مرکزی کردار مسز ٹامن دیر تک بیوٹی پارلر میں بیٹھی دوسروں کی باتیں سنتی ہے۔جب پارلر بند ہونے لگتا ہے تو وہ یہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوتی ہے کہ:" دراصل میں تو یونہی بیٹھی تھی اس لیے کہ گھر جا کر بھی کیا کرنا ہے۔وہاں کوئی نہیں ہے اور یہاں تو پھر بھی لوگوں کی باتیں واتیں سن کر اچھا ٹائم گزر گیا ہے۔"(7)

نیلم بشیر کے افسانوں میں عصری شعور کی ترجمانی بھی ملتی ہے۔انہیں روایتی اقدار کی پاسداری کے ساتھ ساتھ دورِ جدید کے تقاضوں کا ادراک بھی ہے۔اگرچہ امریکی اور یورپی تہذیب کی بعض خوبیوں کے باوجود نیلم وہاں کی اخلاقی اقدار ،مادہ پرستی، بے حسی اور خود غرضی سے نالاں ہیں اور مشرقی تہذیب و روایات کی معترف ہیں لیکن دورِ حاضر کی برق رفتار ترقی کے نتیجے میں بدلتی ہوئی مشرقی اقدار کا مشاہدہ کرتے ہوئے عصری شعور بھی رکھتی ہیں۔احمد پراچہ کے بقول:

"یہ کہنا درست نہیں کہ نیلم احمد بشیر کے سارے افسانے امریکہ کے پس منظر میں لکھے گئے ہیں۔اس نے پاکستان کے بارے میں خصوصاً عصری زندگی کے بارے میں بہت عمدہ افسانے لکھے ہیں۔"(8)

نیلم بشیر نے جہاں اپنے افسانوں میں امریکی کلچر اور طرزِ معاشرت کے تاریک پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے وہاں بعض کہانیوں میں امریکی معاشرے کے بعض مثبت پہلوؤں کو بھی پیش کیا ہے کہ وہاں لوگ دوسروں

کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے ، اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ منافقت، جھوٹ، حسد، بغض جیسی اخلاقی برائیاں ہمارے معاشرے کی نسبت وہاں کم ہیں۔ڈاکٹر عصمت جمیل اس حوالے سے لکھتی ہیں:"نیلم نے صرف مغربی سوسائٹی کی خامیاں ہی تلاش نہیں کیں بلکہ اپنے گریبان میں بھی جھانکا ہے۔"(9)

نیلم بشیر نے اپنے افسانوں میں موجودہ دور کی یہ تلخ حقیقت بھی واضح کی ہے کہ معاشی طور پر مستحکم ہونے اور ضروریاتِ زندگی کے حصول کے لیے مشرق و مغرب دونوں میں اخلاقی اقدار اور روایات کو پامال کرنا اب معیوب نہیں سمجھا جاتا۔مادی آسائشوں کے حصول کے لیے لوگ جائز و ناجائز اور حلال حرام کا فرق بھول چکے ہیں۔ان کے افسانے "کمرے"، "انجوائے یور ڈنر"، "روزڈیل کی روزی"، "انتظارِ بہار" اور "شجر سایہ دار" انہی حقیقتوں کی عکاسی کرتے ہیں۔

"انجوائے یور ڈنر" اس حوالے سے ایک منفرد کہانی ہے۔سٹوڈنٹ ویزہ پر امریکہ جانے والا نوجوان عثمان پیزا ہوم ڈیلیوری کی ملازمت کرتا ہے۔ٹپ سے حاصل شدہ رقم میں اپنے اخراجات پورے کرتا ہے اور تنخواہ اپنے گھر بھیجتا ہے۔ایک دن ایک شخص جب ناقص کھانے کا کلیم کرتا ہے تو اسے تازہ من پسند فری کھانا فراہم کر دیا جاتا ہے۔اس سے عثمان مفت کھانے کا گُر سیکھ لیتا ہے اور پھر نیویارک کے مختلف ریستورانوں سے مفت کھانا کھا کر اور اپنے پیسے بچا کر مطمئن اور مسرور رہتا ہے۔

نیلم بشیر کا زاویۂ نگاہ بہت وسیع ہے۔انہوں نے صرف امریکی اور پاکستانی معاشرت پر افسانے نہیں لکھے بلکہ دیگر ممالک کی تہذیب و ثقافت کو بھی اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ دیگر ممالک کی طرزِ زندگی اور معاشرت کے متعلق نیلم کا مطالعہ اور مشاہدہ کافی وسیع ہے۔افسانہ "اثاثہ" صومالیہ کی قحط زدگی کے تناظر میں لکھا گیا ہے جس میں اقوام متحدہ کی جانب سے بنائے گئے امدادی ادارے دوداب (کینیا) کی طرف چالیس دن کا صحرائی سفر طے کرنے والے خاندانوں کی مشکلات کو پیش کیا گیا ہے جو راستے میں ہی بھوک اور پیاس کی شدت سے مر جاتے ہیں۔

اسی طرح "وجودزن" عورتوں کے ختنے کی قدیم مصری روایت پر لکھا گیا افسانہ ہے۔قدیم مصر میں جن عورتوں کے ختنے نہیں ہوتے تھے، ان کی پاکدامنی کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

نیلم بشیر کی وہ خصوصیت جو انہیں دیگر خواتین افسانہ نگاروں سے منفرد بناتی ہے، وہ ان کا غیر جانبدارانہ رویہ ہے۔انہوں نے اپنے افسانوں میں ہر تصویر کے دونوں رخ پیش کیے ہیں۔وہ کسی بھی چیز کا

تاریک پہلو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا روشن پہلو بھی دکھاتی ہیں۔ ان کے بنیادی موضوعات عورت ، پاکستانی اور امریکی کلچر، جنس، معاشی اور معاشرتی مسائل ہیں۔ ان تمام موضوعات پر نیلم نے مثبت اور منفی دونوں زاویوں سے لکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانے حقیقت سے قریب تر معلوم ہوتے ہیں۔

حواشی:

1۔ نیلم احمد بشیر، مضمون عصمت چغتائی(www.humsub.com.pk)

2۔ نیلم بشیر، عام لڑکی، مشمولہ "گلابوں والی گلی" (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء) ص ۵۴

3۔ ڈاکٹر نورین رزاق، پاکستانی خواتین افسانہ نگار (لاہور: دستاویز مطبوعات ۲۰۱۶ء) ص ۳۶

4۔ فتح محمد ملک، "نئے جنم کی بشارت"، دیباچہ، "گلابوں والی گلی" ص ۸

5۔ عصمت جمیل، ڈاکٹر، اردو افسانہ اور عورت (ملتان: شعبۂ اردو زکریا یونیورسٹی، ۲۰۰۱ء) ص ۲۵۴

6۔ نیلم بشیر انٹرویو VOA اردو (وائس آف امیریکا) واشنگٹن، مورخہ ۳۰ مارچ ۲۰۱۶ء

7۔ نیلم بشیر، اکیلی، مشمولہ "گلابوں والی گلی"، ص ۹

8۔ احمد پراچہ، پاکستانی اردو ادب اور اہلِ قلم خواتین (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۰ء) ص ۲۶۹

9۔ عصمت جمیل، ڈاکٹر، اردو افسانہ اور عورت، ص ۲۵۴